چل سکتا تھا۔ ”مجازی خدا“ والی بات (ص ۲۰۸) سمجھ میں نہ آئی جس کی خاطر یہ فقرہ بھی گیا اور بال بھی ختم۔ اصلی خدا تو اوجھل ہی ہو گیا۔ ”بات سوچنے والی بھی نہیں“ (ص ۱۳۱) کیا یہاں بات اسمِ فاعل ہے؟ ”گرم گرم چائے“ اور ”گرم گرم قہوہ“ — یہ ایک ہی طرز کی بات شاید ہفتے میں دو تین بار پڑھنے میں آتی ہو گی۔ دل اُکتا گیا ہے۔ آیا یہ پھیری والے کی آواز ہے؟ آخر کوئی کردار صرف ایک دفعہ گرم کیوں نہیں کہتا، کوئی کردار یہ نہیں کہتا کہ دیکھنا ذرا تیز گرم نہ ہو۔ یہ فقرہ تو اس طرح کلیشے بن گیا ہے جیسے کچھ عرصہ تک ”صلیب“ اور ”صلیب اُٹھانا“ اور ”اپنی صلیب آپ اُٹھانا“ کی تکرار اتنی ہوئی کہ دل اس لفظ سے اُوب گیا۔ ممکن ہے کہ کچھ مشنریوں نے اس ”علامت“ کو پھیلانے کا انتظام کیا ہو۔ مگر عوام کا ذہن ٹھٹک گیا۔

۵۰ صفحے کی پہلی کہانی بہت بڑی قربانی کی آئینہ دار ہے اور ایک نوجوان کے ذہنی بگاڑ کا سبب سامنے لاتی ہے۔ ارم کا قصہ ”جب اُسے ہوش آیا تو بڑا عبرتناک ہے۔ محسن اور سعیدہ کی کہانی میں حالات کی بساط اُلٹ کر معاملات کو سنوار دیتی ہے۔ کیا شاندار کردار ہے محسن کا۔ ”بت“ پگلی ایک اچھوتے موضوع پر نئے طرزِ عمل کی آئینہ دار ہے۔ آخری کہانی تو گویا سنگلاخ وادی کو طے کرنے کے بعد انجام بخیر کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ بھرتی کی کوئی بھی چیز نہیں۔

چار سو باکمال خواتین | از جناب طالب الہاشمی۔ ناشر: بیت اسلامک پبلشرز، اُردو بازار لاہور۔ صفحات: ۷۱۲۔ سفید کاغذ، مجلد مع رنگین گرد پوش۔ قیمت: ۱۲۰/- روپے

محب گرامی طالب الہاشمی ایک عرصے سے تاریخ کی کان کنی میں مصروف ہیں اور برابر ہیرے جواہرات برآمد کر کے قوم کو پیش کر رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے علاوہ تاریخ کی کتنی ہی درخشاں شخصیتوں کی زندگی، فروزاں داستانیں وہ ہم تک پہنچا چکے ہیں۔ ان کی کتابوں کو پڑھیے تو اندازہ ہو گا کہ صحابہ و صحابیات کے احوال کے ضمن میں وہ سیرتِ نبویؐ کے بڑے بڑے اہم گوشے سامنے لے آتے ہیں۔ اسی لیے دیگر اکابر

کے حالات کے ساتھ تاریخ خود بخود شامل ہو کے آجاتی ہے۔

ابکی انھوں نے "تاریخ اسلام سے متعلق ۶۰۴ باکمال خواتین کے احوال لکھے ہیں اور ہمیں محسوس کرایا ہے کہ ہمارے طبقۂ نسواں نے بھی ہماری تاریخ عروج و زوال میں وافر حصہ ادا کیا ہے۔ دراصل انھوں نے چودہ صدیوں کا سفر اس طرح کیا ہے کہ تاریخ فرشِ قرطاس بچھاتی گئی اور پلکوں اور نگاہوں کو ٹکاٹکا کر ہاشمی صاحب نے لمبا سفر طے کیا۔ اب پڑھنے والوں کو بھی یہی کرنا ہو گا۔ اس میں دین، دانش، ادب، غداری، شجاعت، خدمت اور وفاداری، غریب پروری کی بڑی شاندار مثالیں ملیں گی۔ پیش لفظ ہمارے فاضل بزرگ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی فاضل اسلامیات کے قلم سے ہے۔

حضرت فاطمہ بنت حسین (شہید کربلا) "دھاگے کی گرہوں پر تسبیح پڑھتی تھیں" (سند و دلیل؟) (ص ۴۵)۔ حضرت عائشہ رضی نے اپنی بھتیجی کے سر سے باریک دوپٹہ اتروا کر گاڑھے کا دوپٹہ اوڑھایا۔ کیا اعلیٰ اسوہ ہے (ص ۴۹) سکینہ بنت حسینؓ (شہید کربلا) شاعری و موسیقی و فیشن کی استاذ تھیں اور ان کے گرد لوگوں کا جمگھٹا رہتا۔ (ابتداء۔ ص ۶۲) ان فضول افسانہ طرازیوں کی اچھی طرح جڑ کاٹنی چاہیے تھی۔ حضرت رابعہ کے حالات غیر یقینی ہیں (ص ۱۰۸) تحقیق کی ضرورت ہے۔ ملکہ خیزران کا اکرنا سے سلوک بڑا سبق آموز ہے۔ (ص ۱۳۵) دودھ بلونے کے آلے کے لیے "ییخفنی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسے منتھانی، رئی اور ریلوئی بھی کہتے ہیں (ص ۱۴۹) ملکہ زبیدہ سنے وفوردین کا توڑ سخت عبادات، انفاق اور خدمات سے کیا۔ خوب مثال ہے (ص ۱۵۰) نہر زبیدہ کا بے مثال کارنامہ جس کی تجدید و تکمیل زبیدہ ثانی، شہزادی فاطمہ خانم نے نہر کی صفائی، تجدید اور تکمیل کر کے اسے مکہ تک پہنچا دیا۔ (ص ۴۲۶)۔ ایک لفظ "محفہ" استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی پالکیاں، ڈولے۔ (ص ۲۱۶) پھر صفحہ ۳۸۵ پر اسی معنی میں لفظ "محافہ" استعمال کیا گیا ہے۔ المنجد کے رُو سے حَفَّفَ القوم حوله واحفظوه۔ نیز حَفَّفَهٗ (احاطہ کرنا) مزید یہ کہ اُحْفُفَّ الْقَوْمُ بِہٖ (احاطہ کرنا) اس سے مشتق ہے۔ اَلْمِحَفّہ۔ (عورتوں کی پالکی) و دیگر معانی۔ ایسے الفاظ کو تفصیلی اعراب کے ساتھ دینا چاہیے اور حوالہ بھی۔

چھٹی صدی ہجری کے وسط میں نور الدین زنگی گذرا ہے۔ بیوی نے دکھڑا رویا کہ گذر بسر نہیں چل رہی، جب کہ بے شمار مال آتا جاتا ہے۔ سلطان نے جواب دیا یہ مسلمانوں کا مال ہے، میں صرف خزانچی ہوں، اس میں سے اپنے لیے کچھ نہیں خرچ کر سکتا۔ (ص ۲۳۶) کاش کہ آج بھی کہیں کوئی ایسی مثال ملتی! مصر میں شجرۃ الدر کی نسوانی حکومت کو خلیفۂ بغداد نے نامنظور کر دیا۔ (ص ۲۶۹) دلی کی ملکہ بی بی راجی کی تعمیرات میں خواتین کی درس گاہ بھی شامل تھی۔ (ص ۳۴۰) قرۃ العین طاہرہ کے حالات کے ساتھ بابی مذہب کے گمراہ کن عقاید بیان کیے گئے ہیں۔ ضرور پڑھیں۔ (ص ۳۴۵) فاطمہ بنت عبداللہ (بحوالہ اقبال) کے حالات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ (ص ۵۹۲) خالدہ ادیب خانم کے تذکرے میں ان کی فکری کجی کو واضح نہیں کیا گیا۔ (ص ۶۴۰)

عطیہ فیضی کی قابلیت کے ساتھ یہ کمزوری لگی تھی کہ وہ اپنی علمی و ادبی برتری کے ساتھ نسائی حسن کو ملا کر ذہین لوگوں سے کھیلتی تھی۔ اس کا ثبوت اس کی شادی کے بعد اپنے شوہر فیضی رحمین سے تحقیر آمیز سلوک ہے جو بڑا آرٹسٹ تھا۔ (ص ۶۵۳) مجھے خوشی ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی والدہ ماجدہ جیسی عظیم خاتون کا تذکرہ محفوظ ہو گیا (ص ۶۵۸) اسی طرح آپا حمیدہ بیگم کے حالات بھی درج ہو گئے۔ (ص ۶۸۹)۔ افسوس کہ یہ ممکن نہ ہوا کہ مادرِ ملت اور والدۂ محمد علی جوہر کی طرح کی کئی ہستیوں کا ذکر کیا جا سکے۔ صرف بات ان کی کی گئی جن کے حالات سے کوئی خاص امر وابستہ تھا۔

اب کتاب کی کوتاہیاں بھی لیجیے۔ سوال یہ ہے کہ محمدی بیگم جیسی تاریخی شخصیت کو کیوں چھوڑ دیا گیا، اس کے ذکر سے تو قادیانیت کی نارسائیاں واضح ہوتی رہتیں۔ پھر پاکستان میں "تحریک آزادی و ترقی نسواں" کی بڑی بڑی لیڈرانیوں کو، مثلاً بیگم رعنا لیاقت علی خاں (ہر دو مرحوم) اور بلبل چودھری کے نام تو ان اقوال اور کارناموں کے ساتھ محفوظ رہنے چاہییں تھے۔ اسی طرح آج کی عاصمہ جیلانی اور مہناز رفیع اور بے نظیر بھٹو کے علاوہ ادبی پہلو سے نیر بانو، سلمیٰ یاسمین نجمی، اُمّ زبیر، صفیہ رفعت کے ساتھ کشور ناہید، ادا جعفری (بدایونی) اور پروین شاکر

الطاف فاطمہ کا ریکارڈ بھی رکھنا چاہئے تھا۔

کتاب بہت دلچسپ ہے۔ کتاب حوالہ بھی ہے۔ مضمون نگاروں، صحافیوں، اساتذہ وطلبہ اور خواتین کے لیے خاص طور سے مفید ہے۔ ۴۰۶ خواتین کی ایک فہرست تاریخی ترتیب سے ہے۔ دوسری میں حروف تہجی کے اعتبار سے نام درج ہیں۔ ہر تذکرے کے ساتھ حوالہ درج ہے۔ اگر چار سو پر ۴۰۰ کا ہندسہ نہ لکھا جاتا تو ہم یوں پڑھتے کہ "چار سو باکمال خواتین" ہیں ۔۔۔ اور کچھ بھی نہیں!

قرآنِ حکیم ۔۔۔ پارۂ عم | سید شبیر احمد ۱۳۔ اے۔ II۔ ایجوکیشن ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور۔ فون: ۴۴۲۵۸۵ ناشر: رضیہ شریف ٹرسٹ، ۶۴۴ شادمان کالونی، لاہور۔ فون: ۴۱۲۱۰۳ ۔۔۔ ۴۱۹۳۸۳۔ تقسیم فی سبیل اللہ ہے۔ اگر اس سلسلے کی توسیع کے لیے کچھ حضرات تعاون کرنا چاہیں تو اندازاً لاگت فی نسخہ ۵/ روپے کے حساب سے مدد کر دیں۔

مولینا سید شبیر احمد صاحب پہلے اپنے خاص طرز پر مرتب کر کے پارہ الم پیش کر چکے ہیں جو بہت مقبول ہوا۔ اب پارۂ عم مزید بہتر انداز سے مرتب وشائع کیا گیا ہے ۔۔۔ سید صاحب کا یہ تجربہ بالکل نیا اور مفید ہے کہ عربی سے اردو میں ترجمہ کرتے ہوتے دونوں زبانوں کے الفاظ اور جملوں کی ترتیب مختلف ہوتی ہے۔ یعنی وہ آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ اس کا حل مولانا نے یہ نکالا ہے کہ عربی کے کچھ الفاظ یا کلمات کا رنگ نیلا اور کچھ کا سُرخ رکھا ہے۔ ان کے ترجمے میں بھی سُرخ عبارت کا ترجمہ اردو میں سُرخ رنگ میں ہوگا اور نیلے رنگ کے الفاظ کا ترجمہ نیلے رنگ میں ہوگا۔ اس طرح غیر عربی دان آدمی یا عربی سیکھنے کا خواہش نہایت آسانی سے دونوں زبانوں کی ترتیبِ عبارت کی پیچیدگی سے آزاد ہو کر کسی بھی حصے کے ترجمے کو اُردو میں الگ پہچان سکے گا۔ ابھی آگے وہ مزید مفید کام کرنے والے ہیں۔